موجودہ مسلمان اور اسلامی تہذیب

(از مولوی محمد صاحب اعظمی متعلم)

مقدس مذہب اسلام دنیا میں جس مقصد کے لئے آیا تھا وہ یہی ہے کہ وہ انسان جن کے اخلاق بالکل رذیل ہو چکے ہیں جن کی سیرت و خصلت بالکل زبوں ہو چکی ہے انھیں اخلاق فاضلہ اور اعمالِ حسنہ سے مالامال کردے اور ان کو اس قابل بنادے کہ وہ دنیا سے شیطانی و نفسانی حکومتوں کے تختے الٹ کر قلوبِ انسانی پر خدا اور مذہب و اخلاق کی حکومت قائم کردے قوانینِ الٰہیہ کا نفاذ و اجرا کرے، تمام باغی انسانوں کو عبدیت و عبودیت کے دائرے میں لے آکر کھڑا کردے اور خود بھی دنیا میں ایک نہایت ہی اخلاقانہ و پاکبازانہ امن و عافیت کی زندگی بسر کرے، چنانچہ اس قدیم دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ تئیس سالہ عہد رسالت کی مسلسل جدوجہد نے میدان فکر و عمل کی جاہلیت و معصیت کو بری طرح نیست کردیا انسان نے حقانیت کی جو نظر فریب نقاب ڈال لی تھی اسے ہٹا کر سعید روحوں کو سچائی و راستبازی کا حقیقی جوہر دکھا دیا، غفلت و فراموشی کی طویل مدہوشیوں سے انسان کو بیدار کر کے اسے بھولے ہوئے فرائضِ حیات یاد دلائے، انسان کی محض ارادی شرارت کا ایسا راستہ بند کیا کہ نفس و شیطان کی تمام قوتیں بے کار و بے اثر ہو کر رہ گئیں، فساد مذاق اور ماحول کی زبردست قوت کو یکسر بدل کر رکھدیا، عادی رسوم و افکار کی زنجیروں کو توڑ کر پھینکدیا، انوار حق کی شعاعوں نے جاہلیت و رسم پرستی کے تمام سیاہ بادلوں کو چھانٹ کر الگ کردیا حسن و فطرت کو ایسا نکھارا کہ "رشد" کی نورانی تصویر ہر فرزند توحید کی نگاہوں میں سما گئی۔

لیکن دور حاضر کے مسلمان قرآنی تعلیمات اور اصولِ ہدایت سے منہ موڑ کر عقل و فطرت کے مقتضیات کو بری طرح مجروح کر رہے ہیں۔ عقل و فطرت کو ان کے مناصب سے معزول کر کے نفسِ حیوانی کی چاکری اختیار کر رہے ہیں، جذباتِ حیوانی کی تسکین کے لئے نئے طریقے ایجاد کر کے ان کو معقولیت، علم اور مذہبی تقدس کے خوشنما لباس پہنا رہے ہیں ان کے لئے جواز کے دلائل فراہم کر رہے ہیں، شراب خواری، قمار بازی، سود، مکر و فریب، عریانی اور ایمان فروشی و فحش کاری پر کہیں ادبِ لطیف کا، کہیں مذہبی تقدس کا اور کہیں معاشی فلاح و بہبود کا خوشنما

غلاف چڑھا دیا گیا ہے، مال وزر کی زیادتی خدا کے یہاں مقبول ہونے کی سند مانی جاتی ہے، باپ دادا کا طریقہ خدا و رسول کے طریقے پر غالب ہے، محسوسات کی پرستش چپکے چپکے دل و دماغ میں اپنا کام کر رہی ہے، اعتقادی و عملی حیثیت سے وہ عقل کو خیرباد کہہ چکے ہیں، قلب کی صلاحیتیں مسخ ہو چکی ہیں، تدبر و تفکر کے کان بہرے ہوئے جا رہے ہیں، جہالت، نفس پرستی، آباپرستی، ماضی پرستی اور محسوسات پرستی ان کے سوادِ اعظم کا طغرائے امتیاز بن چکی ہے۔

آج قرآن کی خالص عقلیت، اس کی بے آمیز فطرت، اس کے تصورات کی رفعت، اس کے اصولوں کی پاکیزگی اس کا نظام تہذیب، اس کے قوانینِ معاشرت، اس کے اصولِ سیاست سب کے سب مسلمانوں کے لئے بالکل نرالے، بالکل اجنبی و بیگانہ، نامانوس، فرسودہ اور ناقابلِ گرفت ہو چکے ہیں اور مسلمان نوجوان ہیں کہ الحاد و دہریت کے سیلاب میں بہے چلے جا رہے ہیں، سود پرستی کا طوفان عام مچا ہوا ہے اور نفس پرستوں و رسمیات کے بندوں کے ہاتھ میں مذہب کی نکیل ہے .... وہ جس طرف چاہتے ہیں اس کو اسی طرف کھینچے لئے جاتے ہیں۔

کبھی آپ نے سوچا بھی کہ اسلام کی روشن تہذیب کا نظام کیوں اس طرح درہم برہم ہو گیا۔ جاہلیت جدیدہ، جاہلیت قدیمہ پر کیوں سبقت لے گئی۔ مسلمان قرآن پاک اور اسوۂ رسول رکھتے ہوئے کیوں وادی شک و اضطراب میں بھٹک رہے ہیں، سرگشتگی، آوارگی اور حیرانی کا شکار ہیں اور وہ کیوں دنیا میں ذلیل و خوار اور غلام و محکوم ہیں؟

ان سب کا جواب مفکرینِ اسلام اور مدبرینِ ملت اپنی اپنی عقل و فہم اور معلومات کی بنا پر مختلف دیتے ہیں اور متعدد اسباب زوال بتاتے ہیں جو اپنی اپنی جگہ پر سب صحیح ہیں مگر ہاں میرے خیالِ ناقص میں اس کا واحد سبب یہ ہے کہ مسلمان قرآنی نظریات و افکار، اسلامی تہذیب کو فراموش کر کے اپنے فرائضِ حیات سے غافل ہو گئے۔ اقامتِ عدل اور اعلائے کلمۃ اللہ کا مقدس جذبہ ان کے سینوں میں ٹھنڈا پڑ گیا، جاہ پسندی و زرطلبی اور اغیار نوازی و مداہنت فی الدین ان کا طغرائے امتیاز بن گیا، میدانِ سیاست سے روگردانی کر کے حجرہ نشین بن گئے، جس کا نتیجہ ظاہر ہے یعنی اسلام کا پورا نظام تہ و بالا ہو گیا اور وہ خود بھی زمانہ کے ساتھ بہہ گئے۔

آیئے اب ذرا اسلامی تہذیب و تمدن کی سیر کیجئے اور خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر اپنی اعتقادی اور مذہبی حیثیتوں کو اس کی ٹھنڈی اور لطیف ہواؤں سے لہلہایئے۔ تہذیب و تمدن کے اصلی معنی انسان کی پوری زندگی کے ہیں اور جو چیز انسان کی زندگی کا محض ایک ضمیمہ ہو اس پر

پوری زندگی کی عمارت ظاہر ہے کہ کسی طرح قائم نہیں رہ سکتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس غرض کے لئے دنیا میں بھیجے گئے وہ اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ مذہب کے جاہلی تصور کو مٹا کر ایک عقلی وفطری تصور پیش کریں، صرف پیش ہی نہ کریں بلکہ اسی کی اساس پر تہذیب وتمدن کا ایک مکمل نظام قائم کر کے اور کامیابی کے ساتھ اسے چلا کر دکھائیں، آپ نے بتایا کہ مذہب بے معنی ہے اگر وہ انسان کی زندگی کا محض ایک ضمیمہ یا شعبہ ہے، ایسی چیزوں کو دین ومذہب کے نام سے موسوم کرنا ہی غلط ہے، حقیقت میں دین وہ ہے جو زندگی کا ایک جز نہیں بلکہ تمام زندگی ہو، زندگی کی روح اور اس کی قوتِ محرکہ ہو، فہم وشعور اور فکر ونظر ہو۔ صحیح وغلط میں امتیاز کرنے والی کسوٹی ہو، زندگی کے ہر میدان میں ہر ہر قدم پر راہ راست اور راہِ کج کے درمیان فرق کر کے دکھائے، راہِ کج سے بچائے، راہِ راست پر استقامت اور پیش قدمی کی طاقت بخشے اور زندگی کے اس لامتناہی دور میں جو دنیا سے لیکر آخرت تک مسلسل چلا جا رہا ہے، انسان کو ہر ہر مرحلے سے کامیابی وسعادت کے ساتھ گذار دے، اسی چیز کا نام ہے اسلامی تہذیب وتمدن"

اسلام ایک خاص طریقِ فکر اور پوری زندگی کے متعلق ایک خاص نقطہ ہے پھر وہ ایک خاص طریقِ عمل ہے جس کا راستہ اسی طریق فکر اور اسی نظریہ زندگی سے متعین ہوتا ہے اس طریق فکر اور طرزِ عمل سے جو ہیئت حاصل ہوتی ہے وہی مذہبِ اسلام ہے اور تہذیبِ اسلامی ہے۔ یہاں مذہب اور تہذیب وتمدن الگ الگ چیزیں نہیں ہیں بلکہ سب مل کر ایک مجموعہ بناتے ہیں وہی ایک طریق فکر اور نظریہ حیات ہے، جو زندگی کے ہر مسئلہ کا تصفیہ کرتا ہے، انسان پر خدا کے کیا حقوق ہیں؟ خود اس کے اپنے نفس کے کیا حقوق ہیں؟ ماں باپ کے، بیوی بچوں کے، عزیزوں اور قرابت داروں کے، پڑوسیوں اور معاملہ داروں کے، قوم وملت کے، ملک ووطن کے، ہم مذہبوں اور غیر مذہب والوں کے، دشمنوں اور دوستوں کے، ساری نوعِ انسانی کے حتی کہ کائنات کی ہر چیز اور ہر قوت کے کیا حقوق ہیں، پھر یہی طریق فکر اور نظریہ حیات انسان کی زندگی کا ایک بلند اخلاقی نصب العین اور ایک پاکیزہ روحانی منتہائے مقصود متعین کرتا ہے اور زندگی کی تمام سعی وجہد کو خواہ وہ کسی میدان میں ہو ایسے راستوں پر ڈالنا چاہتا ہے جو ہر طرف سے اسی ایک مرکزی کی طرف راجع ہوں۔ یہ مقصد ایک فیصلہ کن چیز ہے اسی کے لحاظ سے ہر چیز کی قدر متعین کی جاتی ہے، اسی معیار پر ہر شے کو پرکھا جاتا ہے، جو شے مقصد کے حصول میں مددگار ہوتی ہے اسے اختیار کر لیا جاتا ہے اور جو شے سدِ راہ ہوتی ہے اسے رد کر دیا جاتا ہے۔

فرد کی زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے معاملات سے لے کر جماعت کی زندگی کے بڑے سے بڑے معاملات تک یہ معیار یکساں کارفرما ہے، وہ اس کا بھی فیصلہ کرتا ہے کہ ایک شخص کو اکل و شرب میں، لباس میں، طہارت میں، صنفی تعلقات میں، بات چیت میں، غرضکہ زندگی کے ہر معاملہ میں کن حدود کو ملحوظ رکھنا چاہیئے تاکہ وہ مرکزِ مقصود کی طرف جانے والی سیدھی راہ پر قائم رہے اور ٹیڑھے راستوں پر نہ پڑ جائے۔ وہ اس کا بھی فیصلہ کرتا ہے کہ اجتماعی زندگی میں افراد کے باہمی روابط کن اصولوں پر مرتب کئے جائیں، جن سے معاشرت معیشت سیاست غرض ہر شعبۂ زندگی کا ارتقاء ایسے راستوں پر ہو جو اصل منزلِ مقصود کی طرف جانے والے ہوں اور وہ راہیں نہ اختیار کرے جو اسے دور ہٹانے والی ہوں، اس کا بھی فیصلہ کرتا ہے کہ زمین و آسمان کی جن قوتوں پر انسان کو دسترس حاصل ہو اور جو چیزیں اس کے لئے مسخر کی جائیں ان کو وہ کس طریقے سے استعمال کرے تاکہ وہ اس کے مقصد کے خادم بن جائیں اور کن طریقوں سے اجتناب کرے تاکہ وہ اس کی کامیابی میں مانع نہ ہوں، اس کا بھی فیصلہ کرتا ہے کہ اسلامی جماعت کے لوگوں کو غیر اسلامی جماعتوں کے ساتھ دوستی میں اور دشمنی میں، جنگ میں اور صلح میں اشتراکِ اغراض میں اور اختلافِ مقاصد میں غلبہ کی حالت میں اور مغلوبی کے دور میں، علوم و فنون کے اکتساب میں اور تہذیب و تمدن کے لین دین میں کن اصولوں کو ملحوظ رکھنا چاہیئے تاکہ خارجی تعلقات کے ان مختلف پہلوؤں میں وہ اپنے مقصد کی راہ سے ہٹنے نہ پائیں بلکہ جہاں تک ممکن ہو بنی نوعِ انسان کے ان نادان اور گمراہ افراد سے بھی طوعاً کرہاً شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر اس مقصد کی خدمت لے لیں جو اصل فطرت کے اعتبار سے ان کا بھی ویسا ہی مقصد ہے جیسا کہ پیروان اسلام کا ہے۔

غرض وہ ایک ہی نقطۂ نظر ہے جو مسجد سے لے کر بازار اور میدان کارزار تک، طریق عبادت سے ریڈیو اور ہوائی جہاز کے طریق تک، غسل و وضو اور طہارت و استنجا کے جزوی مسائل سے لے کر اجتماعیات، معاشیات، سیاسیات اور بین الاقوامی تعلقات کے بڑے بڑے مسائل تک، مکتب کی ابتدائی تعلیم سے لے کر آثارِ فطرت کے انتہائی مشاہدات اور قوانین طبعی کی بلند ترین تحقیقات تک زندگی کی تمام مساعی اور فکر و عمل کے تمام شعبوں کو ایک وحدت بناتا ہے جس کے اجزاء میں ایک مقصدی ترتیب اور ایک ارادی ربط ہے۔ اور ان سب کو ایک مشین کے پرزوں کی طرح اس لئے جوڑا گیا ہے کہ ان کی حرکت اور تعامل سے ایک ہی نتیجہ برآمد ہو۔ (باقی بر صفحہ ۱۸ ملاحظہ ہو)